سرکاری رپورٹ

تیرہواں اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی کی کارروائی

اجلاس منعقدہ 26 مئی 1996ء بمطابق 7 محرم الحرام 1417 ہجری

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر
ا۔	آغاز تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	ا
۲۔	وقفہ سوالات	۲
۳۔	رخصت کی درخواستیں	۱۵
۴۔	جناب اسپیکر صاحب کا بیان	۱۶
۵۔	تحریک التواء نمبر ۹ منجانب عبدالرحیم شاہوانی (موجود نہ تھے)	۱۹
۶۔	قانون سازی یونیورسٹی آف بلوچستان کا مسودہ قانون نمبر ۴	۱۹
۷۔	سردار محمد اختر مینگل کی تحریک التواء پر عام بحث	۲۱

(الف)

1- جناب اسپیکر __________ عبدالوحید بلوچ

2- جناب ڈپٹی اسپیکر _______ ارجن داس بگٹی

1- سیکریٹری اسمبلی _________ اختر حسین خاں

2- جوائنٹ سیکریٹری (قانون) _____ عبدالفتاح کھوسہ

(ب)

صوبائی کابینہ کے ارکان

۱۔ نواب ذوالفقار علی مگسی	پی بی ۲۶ جھل مگسی	وزیر اعلیٰ
۲۔ جام محمد یوسف	پی بی ۳۴ لسبیلہ	سینئر وزیر
۳۔ شیخ جعفر خان مندوخیل	پی بی ۱۴ اژوب	وزیر خزانہ
۴۔ میر عبدالنبی جمالی	پی بی ۲۰ جعفر آباد I	پبلک ہیلتھ انجینئرنگ
۵۔ ملک گل زمان کانسی	پی بی ۲ کوئٹہ II	وزیر ترقیات و منصوبہ بندی
۶۔ میر عبدالمجید بزنجو	پی بی ۳۲ آواران	وزیر لائیواسٹاک
۷۔ ملک محمد شاہ مردانزئی	پی بی ۱۳ اژوب قلعہ سیف اللہ	حج و اوقاف زکوٰۃ
۸۔ ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ	پی بی ۳۷ تربت I	وزیر تعلیم
۹۔ مسٹر محمد ایوب بلیدی	پی بی ۳۸ تربت II	وزیر مال/ ایکسائز
۱۰۔ مسٹر محمد اکرم بلوچ	پی بی ۳۹ تربت III	وزیر اطلاعات کھیل و ثقافت
۱۱۔ مسٹر کچکول علی بلوچ	پی بی ۳۶ پنجگور	وزیر ماہی گیری
۱۲۔ مسٹر عبدالحمید خان اچکزئی	پی بی ۹ قلعہ عبداللہ II	وزیر آبپاشی و ترقیات
۱۳۔ ڈاکٹر کلیم اللہ	پی بی ۱ کوئٹہ I	ایس اینڈ جی اے ڈی و قانون
۱۴۔ مسٹر عبیداللہ بابت	پی بی ۱۱، لورالائی	وزیر جیل خانہ جات
۱۵۔ مسٹر عبدالقہار ودان	پی بی ۸، قلعہ عبداللہ I	وزیر جنگلات
۱۶۔ سردار ثناءاللہ زہری	پی بی ۳۰، خضدار I	وزیر بلدیات
۱۷۔ میر اسراراللہ زہری	پی بی ۲۹ قلات	وزیر زراعت
۱۸۔ حاجی میر لشکری خان رئیسانی	پی بی ۲۴ بولان I	وزیر انڈسٹریز معدنیات
۱۹۔ نوابزادہ گزین خان مری	پی بی ۱۸ کوہلو	وزیر داخلہ
۲۰۔ نوابزادہ چنگیز خان مری	پی بی ۱۶ سبی	مواصلات و تعمیرات
۲۱۔ میر خان محمد خان جمالی	پی بی ۲۱ جعفر آباد II	وزیر خوراک
۲۲۔ سردار نواب خان ترین	پی بی ۱۷ سبی/ زیارت	وزیر بیاڈواسا
۲۳۔ سردار محمد طاہر خان لونی	پی بی ۱۰ لورالائی I	وزیر صحت

۲۴۔ مسٹر طارق محمود کھیتران	پی بی ۱۲ بارکھان	وزیر خاندانی منصوبہ بندی
۲۵۔ مسٹر سعید احمد ہاشمی	پی بی ۳ کوئٹہ III	مشیر وزیر اعلیٰ
۲۶۔ ملک محمد سرور خان کاکڑ	پی بی ۷ پشین II	وزیر بے محکمہ
۲۷۔ عبدالوحید بلوچ	پی بی ۴ کوئٹہ IV	اسپیکر بلوچستان صوبائی اسمبلی
۲۸۔ ارجنداس بگٹی	ہندو اقلیت	ڈپٹی اسپیکر بلوچستان صوبائی اسمبلی

اراکین اسمبلی

۲۹۔ حاجی سخی دوست محمد	پی بی ۵ چاغی
۳۰۔ مولانا سید عبدالباری	پی بی ۶ پشین I
۳۱۔ مولانا عبدالواسع	پی بی ۱۵ قلعہ سیف اللہ
۳۲۔ نوابزادہ سلیم اکبر بگٹی	پی بی ۹ اڈیرہ بگٹی
۳۳۔ میر ظہور حسین خان کھوسہ	پی بی ۲۲ جعفر آباد ر نصیر آباد
۳۴۔ مسٹر محمد صادق عمرانی	پی بی ۲۳ نصیر آباد
۳۵۔ سردار میر چاکر خان ڈومکی	پی بی ۲۵ بولان II
۳۶۔ نواب عبدالرحیم شاہوانی	پی بی ۲۷ مستونگ
۳۷۔ مولانا محمد عطاء اللہ	پی بی ۲۸ قلات ر مستونگ
۳۸۔ مسٹر محمد اختر مینگل	پی بی ۳۱ خضدار II
۳۹۔ سردار محمد حسین	پی بی ۳۳ خاران
۴۰۔ سردار محمد صالح خان بھوتانی	پی بی ۳۵ لسبیلہ II
۴۱۔ سید شیر جان	پی بی ۴۰ گوادر
۴۲۔ مسٹر شوکت ناز مسیح	عیسائی
۴۳۔ مسٹر سترام سنگھ	سکھ پارسی

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 26 مئی 1996ء بمطابق 7 محرم الحرام 1417 ہجری

بروز اتوار بوقت ساڑھے گیارہ بجے صبح

زیر صدارت جناب عبدالوحید بلوچ صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

از

مولانا عبدالمتین اخوندزادہ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَایُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْهَا
مَا اکْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ج
رَبَّنَا وَلَاتَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ
قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَاتُحَمِّلْنَا مَا لَاطَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا
وقفه وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی
الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ہ

ترجمہ :۔ اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ ہر ایک پائے گا جو کمائے گا اور بھرے گا جو کرے گا۔ اے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہم سے مواخذہ نہ فرمانا اور اے ہمارے پروردگار! ہمارے اوپر اس طرح کا کوئی بار نہ ڈال جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے ہو گزرے اور اے ہمارے پروردگار! ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ لاد

وقفہ سوالات

جناب اسپیکر : سوال نمبر322 مولانا عبدالباری۔

وزیر تعلیم : کیوں مولوی صاحب سوال پڑھوں۔ یا پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

مولانا عبدالباری : پڑھیں تھوڑا ثواب حاصل کریں۔

وزیر تعلیم : ثواب مجھے کافی مل چکے ہیں۔ میرے خیال میں زندگی میں اس پر اکتفا کریں۔

322.X- مولانا عبدالباری : کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ کیا حکومت مخلوط نظام تعلیم میں تبدیلی کا ارادہ رکھتی ہے۔ نیز اگر جواب نفی میں ہے تو وجہ بتلائی جائے۔؟

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ (وزیر تعلیم) : حکومت بلوچستان سیکنڈری کی سطح تک مخلوط نظام تعلیم رائج کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ کیونکہ سرکاری تعلیمی اداروں میں مخلوط نظام تعلیم رائج کرنے کا کوئی منصوبہ زیر غور نہیں۔ طالبات اور طلبہ کے لئے الگ الگ تعلیمی ادارے موجود ہیں۔

جناب اسپیکر : مولانا صاحب کوئی ضمنی سوال۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر میں نے ان سے چنے کا پوچھا ہے انہوں نے گاجر کا جواب دیا ہے۔ میں نے ان سے یہ پوچھا ہے اور میں نے مخلوط نظام تعلیم کی تبدیلی کا کہا ہے۔ رائج کرنے کا نہیں کہا ہے۔ انہوں نے جواب میں لکھا ہے کہ حکومت بلوچستان سیکنڈری کی سطح تک مخلوط نظام تعلیم رائج کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی ہے سوال کس چیز کا کیا گیا ہے اور جواب کیا دیا گیا ہے۔ وہی بات ہے۔

وزیر تعلیم : مولوی صاحب آپ نے پوچھا ہے کہ کیا حکومت مخلوط نظام تعلیم میں تبدیلی کا ادارہ رکھتی ہے۔

مولانا عبدالباری : میں نے پورے نظام تعلیم کے بارے میں سوال کیا ہے۔

وزیر تعلیم : کیا اس وقت مخلوط نظام تعلیم ہے۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر صاحب میں نے وزیر تعلیم سے مخلوط نظام تعلیم کے بارے میں پوچھا ہے اور انہوں نے صرف سیکنڈری نظام تعلیم کا جواب دیا ہے۔

جناب اسپیکر : مولانا صاحب آپ ضمنی سوال پوچھیں۔ آپ کا ضمنی سوال کیا ہے۔

مولانا عبدالباری : جناب والا میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ میں نے مخلوط نظام تعلیم کی تبدیلی کا کہا ہے۔ رائج کرنے کا نہیں کہا ہے۔

وزیر تعلیم : آپ سمجھتے ہیں کہ مخلوط نظام تعلیم بلوچستان میں ہے اور ہم اس میں تبدیلی کا ارادہ رکھتے ہیں یا نہیں۔ جب مخلوط نظام تعلیم ہی نہیں ہے تو پھر اس کی تبدیلی کا ہم کیا ارادہ رکھتے ہیں۔

مولانا عبدالباری : جناب والا جب وزیر صاحب کو یہ پتہ نہیں ہے کہ مخلوط نظام تعلیم ہے یا نہیں۔ کیا یونیورسٹی میں بولان میڈیکل کالج میں مخلوط نظام تعلیم رائج نہیں ہے۔

وزیر تعلیم : آپ دیکھیں نا آپ یہاں پر اگر بولان میڈیکل کالج کی بات کر رہے ہیں۔ یا یونیورسٹی کی بات کر رہے ہیں۔ تو بولان میڈیکل کالج کا تو اپنا ایک طریقہ کار ہے۔ اس کا پراسپیکٹس ہے بات آپ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ سے پوچھیں یہ بات تو میرے ذمہ نہیں ہے۔ البتہ ہمارے گرلز کالج بوائز کالج الگ ہیں۔ سیکنڈری میں گرلز اسکول

اور بوائز اسکول الگ ہیں۔ پتہ نہیں آپ کو یہ بات کہاں پر نظر آئی ہے آپ ان چیزوں کو غور سے کیوں دیکھتے ہیں۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر وزیر تعلیم صاحب بہت گول مول جواب دے رہے ہیں۔ وہ جیسے مثال ہے کہ من چی میگوئم' تنبورا من چی میگوئی۔

جناب اسپیکر ایک معقول سی بات ہے۔ ایک تو جب ہم سوال کرتے ہیں تو اس طرف سے جواب کی یقین دہانی آتی ہے یہ ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے سب کچھ ہو رہا ہے اللہ کا فضل ہے خدا کی مہربانی ہے کچھ نہیں ہے خیر خیریت ہے۔ ڈاکٹر صاحب بات یہ ہے کہ آپ نے جواب دیا ہے کہ حکومت بلوچستان سیکنڈری کی سطح تک مخلوط نظام تعلیم رائج کرنے کا کوئی ادارہ نہیں رکھتی۔ تو ہم بھی جانتے ہیں۔ لیکن سیکنڈری تک بعد میں میٹرک تک جو لڑکے پڑھتے ہیں وہ بچے ہوتے ہیں ان پر آپ نے پابندی لگائی ہے کہ مخلوط نظام تعلیم نہ ہو یعنی مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ ہو۔ جب لڑکے یونیورسٹی تک چلے جاتے ہیں تو وہاں مخلوط نظام تعلیم ہوتی ہے۔ معصوم بچوں پر پابندی اور بالغ نوجوانوں پر آزادی۔ اس میں عقل کی بات ہے۔ اگر ایجوکیشن نہ بھی ہو تو بھی عقل کی بات ہے۔

وزیر تعلیم : مولوی صاحب میں محکمہ تعلیم کی طرف سے جواب دے رہا ہوں۔ میں یونیورسٹی اور بولانا میڈیکل کالج کا جواب نہیں دے رہا ہوں کیونکہ وہ مجھ سے اور بورڈ سے منسلک نہیں ہیں۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر وہ بے شک ان کے ساتھ منسلک نہیں ہے بات یہ ہے کہ میں نے جو پوچھا ہے وہ سیکنڈری تک میٹرک تک تو انہوں نے جواب دیا ہے۔

جناب اسپیکر : مولانا صاحب بیٹھیں بات کلیئر ہوگئی۔

مولانا عبدالباری : کیا چیز کلیئر ہوگئی۔ جناب ایک وزیر کھڑا ہوا ہے تو

دوسرے وزیر کے کھڑے ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

عبدالقہار ودان (وزیر) : میں بھی جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب اسپیکر : قہار ودان صاحب آپ تشریف رکھیں۔

مولانا عبدالباری : آپ کا تو بہت دور کا محکمہ جنگلات ہے۔ آپ کا نہ تو بی ایم سی سے تعلق ہے۔ (آپس میں باتیں)

عبدالقہار ودان (وزیر) : آپ بھی حکومت میں منسٹر رہے ہیں۔ اور خدا کے فضل کرم سے یہ گورنمنٹ میں بھی رہے ہیں انہیں پتہ بھی ہے کہ اس کے لئے ہم فنڈز کہاں سے لائیں گے اگر ہم یونیورسٹی اور بی ایم سی علیحدہ کر دیں۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر یہ سیکنڈری تک پابندی اور اس سے اوپر آزادی۔ یہ کون سی عقل کی بات ہے۔ سیکنڈری کی سطح تک مخلوط نظام تعلیم رائج کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ جو معصوم بچے ہیں جو مکلف نہیں ہیں اس پر پابندی ہے اور اوپر جو مکلف نہیں ہیں ان پر پابندی ہے۔

وزیر تعلیم : جناب وہاں پر بھی ہمارا فی الحال کوئی ارادہ نہیں ہے۔

مولانا عبدالباری : وہاں پر مخلوط نظام تعلیم ہے۔

وزیر تعلیم : کہاں پر مخلوط نظام تعلیم ہے۔

مولانا عبدالباری : بولان میڈیکل کالج میں یونیورسٹی میں۔

وزیر تعلیم : مولوی صاحب بولان میڈیکل کالج اور یونیورسٹی مجھ سے منسلک نہیں وہ ایٹانمس باڈی ہے۔

جناب اسپیکر : آپ مولانا صاحب سے کہیں کہ وہ نیشنل اسمبلی میں کیوسچن کرلیں وہ تو یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کے انڈر آتے ہیں میرے انڈر میں تو نہیں آرہے ہیں۔ اگر پشین کے کسی اسکول میں ہے یا کوئٹہ کے کسی اسکول میں ہے تو میں اس کا

جواب دے دوں گا۔ وہاں نہیں ہے اور نہ ہمارا کوئی ارادہ ہے اور نہ آپ ہمیں چھوڑیں گے۔

جناب اسپیکر : سوال نمبر323 مولانا عبدالباری صاحب۔

مولانا عبدالباری : جناب بس جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں ہم بھی اتنا نہیں چھیڑتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اچھا آدمی ہے۔ سوال نمبر323

323.X- مولانا عبدالباری : کیاوزیر تعلیم ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تعلیمی اداروں میں منعقد ایسے مختلف پروگرام جس میں خواتین کی شرکت بھی ہوتی ہے ہمارے اسلامی معاشرے میں نہ صرف ایسے پروگراموں کی گنجائش ہے۔ بلکہ مضر بھی ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ایسے پروگراموں کی بندش کا ارادہ رکھتی ہے۔ نیز اگر جواب نفی میں ہے تو وجہ بتلائی جائے؟

ڈاکٹر عبدالمالک (وزیر تعلیم) : سیکنڈری اسکولوں میں جو غیر نصابی تعلیمی پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں وہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ منعقد ہوتے ہیں اسلامی معاشرے میں اس طرح کے پروگراموں پر بندش نہیں ہوتی۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر جس طریقہ سے میرا اندازہ تھا کہ یہ وزیر صاحب مدبرانہ انداز میں اس کا جواب دیں گے۔ لیکن ان کے جواب میں کچھ استعزا بھی ہے کچھ گپ شپ بھی ہے۔ مقصد کی بات یہ ہے جناب اسپیکر کہ یہاں پر ہمارے جو اسکول ہوتے ہیں سیکنڈری اسکول وہاں پر جو غیر نصابی تعلیمی سرگرمیاں ہوتی ہیں اور مختلف پروگرام بناتے ہیں۔ کبھی ثقافت شو ہوتا ہی۔ کبھی کلچر شو ہوتا ہے۔ ہمارے بڑے بڑے جاکر وہاں بیٹھتے ہیں۔ اور لڑکیاں اور خواتین وہاں پر سب کھیل رہی ہیں۔ جناب اسپیکر یہ نہ صرف غیر شرعی حرکت ہے اور غیر رواجی بھی ہے۔ یہ بات نہ بلوچوں کو پسند ہے اور نہ پشتونوں کو ان چیزوں کے بارے میں وزیر صاحب کی خدمت میں

گزارش ہے کہ میں خود ایک راستے سے گزر رہا تھا۔

وزیر تعلیم : مولانا صاحب بات یہ ہے کہ مسئلہ طالبات کا ہے بلوچ اور پشتون کا مسئلہ نہیں ہے۔ اگر طلباء اور طالبات اپنے ایجوکیشن میں ایسے پروگرام مرتب کرتے ہیں۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر بلوچ اور پشتون کا تعلق تو آپ سے ہے۔ جناب اسپیکر ایجوکیشن میں یہ کھیل نہ صرف شریعت کے خلاف بلکہ ہماری روایت کے بھی خلاف ہے۔ بس یہ سوال ہے۔

وزیر تعلیم : مولوی صاحب اس میں میرے خیال میں نہ یہ شریعت کے خلاف ہے۔

جناب اسپیکر : خان صاحب آپ تشریف رکھیں خان صاحب آپ تشریف رکھیں۔ خان صاحب آپ تشریف رکھیں۔ آپ سے متعلق سوال نہیں ہے آپ تشریف رکھیں۔ (آپس میں باتیں) خان صاحب آپ تشریف رکھیں۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر ان تعلیمی اداروں میں جو یہ غیر نصابی سرگرمیاں ہو رہی ہیں۔ جناب اسپیکر 14 اگست کا پروگرام بنتا ہے۔ یوم دفاع آج کے دن قائد اعظم انتقال پا گئے۔ پیدا ہوگئے یہ ہے اور وہ ہے اور چھٹیاں وغیرہ نگران کے پروگرام ہم اخبارات میں باقاعدہ دیکھ رہے ہیں۔ جناب اسپیکر کہ آپ سے گزارش یہ ہے سوال یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے خانہ فرہنگ ایران میں باقاعدہ اسلامی نظام تعلیم پر زور دیا تھا۔

وزیر تعلیم : میں نے یہ نہیں کہا تھا۔

مولانا عبدالباری : آپ نے کہا تھا اخبار میں چھپا ہے۔

وزیر تعلیم : وہاں پر معلم پر تقریریں ہوئی تھیں۔ اس پر میں نے اپنی رائے رکھی

تھی مولوی صاحب آپ وہاں پر ارسطو کو بھی کوڈ کیا تھا۔ جس نے کہا تھا کہ جس طرح انسانی ذہن کے لئے ورزش ضروری ہے۔ اسی طرح جسم کے لئے........

مولانا عبدالباری : آپ اب بھی فٹبال کھیلتے ہیں۔ اور آپ بوٹ پہنے ہوئے ہیں۔ جناب اسپیکر بات یہ ہے کہ یہ جو نظام تعلیم رائج ہے یہ بالکل غیر شرعی اور غیر روائتی ہے وزیر صاحب اس حوالے سے کیا جواب دیتے ہیں۔

جناب اسپیکر : نظام تعلیم تو مرکزی حکومت ہی تبدیل کر سکتی ہے۔

مولانا عبدالباری : جناب جو نظام تعلیم مولانا صاحب کے ہاتھ میں ہے یہ حکومت کے اختیار میں بھی ہے۔ بچے نہیں بڑی بڑی بچیاں ہوتی ہیں وزیر اعلیٰ صاحب کو پتہ ہے۔

ڈاکٹر عبدالمالک (وزیر تعلیم) : بچے یا بچیاں بیڈمنٹن کھیلتی ہیں یا ہاکی کھیلتیں ہیں یہ کوئی غیر اسلامی تو نہیں ہے۔

مولانا عبدالباری : یہ تو شریعت کے بھی خلاف ہے ہم صاف بات کیوں نہ کریں۔ سیکریٹری صاحب اور ہم سب اس صوبے کے رہنے والے ہیں یہ روایت کے بھی خلاف ہے شریعت کے بھی خلاف ہے یہ ہمارے پورے کوئٹہ شہر میں بداخلاقیاں ہو رہی ہیں اور معاشرہ بھی خراب ہو رہا ہے۔ آپ لوگ گناہ بھی کرتے ہیں اور بیان بھی دیتے ہیں۔

جناب اسپیکر : مولانا صاحب اگر طالبات اپنے انسٹی ٹیوشن میں کوئی پروگرام کرتے ہیں۔ تو یہ ان کا پروگرام ہوتا ہے۔

مولانا عبدالباری : پروگرام میں بڑے بڑے لوگ مرد جاتے ہیں۔ اخبار میں چھپا ہے تصویر چھپا ہے میں نے خود دیکھا ہے۔

جناب اسپیکر : مرد نہیں جاتے ہیں۔

مولانا عبدالباری : اگر اخبار والے جاتے ہیں فوٹوگرافر جاتا ہے لیکن تصویر آپ کا دیتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالمالک (وزیر تعلیم) : اگر فوٹوگرافر جاتا ہے تو وہ لوگ اس کو مدعو کرتے ہیں کوئی غیر شرعی نہیں ہے یا تو آپ کہیں کہ جو بچیاں ہیں پچاس فیصد۔ اگر ان کو ورزش سے نکالیں تو سب ہارٹ اٹیک کا شکار ہو جائیں۔

مولانا عبدالباری : ہارٹ اٹیک نہیں ہوتا ہے اس کے لئے آپ ایک علیحدہ پارک بنائیں۔ علیحدہ اسکول بنائیں ہم چاہتے ہیں کہ خواتین کے لئے سب کچھ کریں۔ علیحدہ یونیورسٹیاں بنائیں اسکول علیحدہ ہوں۔ ہسپتال ہو۔ آپس میں اختلاط سے فساد کا خطرہ ہے۔

ڈاکٹر عبدالمالک (وزیر تعلیم) : مولوی صاحب ایسا نہیں پتہ نہیں ہے آپ نے کہاں پڑھا ہے۔

قائد ایوان

جناب اسپیکر :

نواب ذوالفقار علی مگسی (قائد ایوان) : ایک منٹ خان صاحب پلیز۔

مولانا عبدالباری : بھائی آپس میں جھگڑا نہ کریں ایک جواب دے دے بس ٹھیک ہے۔

قائد ایوان : ان کا مشورہ تو ہمیں قابل قبول ہے خواتین کے لئے علیحدہ یونیورسٹی ہو۔ علیحدہ میڈیکل کالج ہو۔ یہ ہمیں وفاقی حکومت سے رقم لے دیں ہم ضرور بنا دیں گے۔

مولانا عبدالباری : جب قائد ایوان بولے تو آپ نہیں بول سکتے ہیں۔

جناب اسپیکر : خان صاحب بحث نہیں ہو رہی ہے۔

عبدالحمید خان اچکزئی (وزیر) : جناب میں بحث نہیں کر رہا ہوں میں آپ کے توسط سے جناب سوال کنندہ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہاں پر وہ مخلوط تعلیم اور مخلوط نظام کی یہاں بات کر رہے ہیں پرائم منسٹر جو ایک عورت ہے اس سے ملنا شریعت کے اندر ہے یا نہیں ہے۔ پرائم منسٹر سے ملنا اور پیسے مانگنا شریعت کے اندر جائز ہے۔ اور یہاں پر مخلوط نظام تعلیم جائیز نہیں ہے۔ مہینے میں ان سے کتنے دفعہ ملتے ہو۔

مولانا عبدالباری : خان صاحب میں آپ کو بھی ملاؤں گا آپ میرے ساتھ چلیں۔ ہفتہ کے اندر آپ کی ملاقات ہوگی۔ جناب اسپیکر انہوں نے سوال کا جواب نہیں دیا ہے اور خان صاحب کی ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ وہ خواہ مخواہ مداخلت کرتے ہیں حکومت نے کبھی اس کو سمجھایا نہیں اور ہمارا یہ اندازہ ہے کہ حکومت کے اندر ہمارے خلاف کوئی ایسا آدمی پالا ہوا ہے۔ جناب اسپیکر اتنا بڑا آدمی اتنا مشہور آدمی ہے۔

عبدالحمید خان اچکزئی (وزیر) : جناب مداخلت اور وضاحت میں فرق سمجھتے ہیں۔

جناب اسپیکر : خان صاحب تشریف رکھیں۔

مولانا عبدالباری : جناب ہم اس جواب سے مطمئن نہیں ہیں اور میں دو بارہ سوال نہیں کر سکتا ہوں۔ لہذا اس وقت صحیح جواب دیں۔ ڈاکٹر صاحب جو دیں۔ ورنہ ہم نکلتے ہیں۔ جناب اسپیکر اگر آپ کا یہ رویہ ہے کہ اس کو.....

شیخ جعفر خان مندوخیل (وزیر) : جناب اگر یہ حمید خان کی وضاحت سے مطمئن نہیں ہیں تو ہم بھی ان کے جاب سے مطمئن نہیں ہیں۔ اگر یہ جواب سے مطمئن نہیں ہیں تو ہم ان کے سوال سے بھی مطمئن نہیں ہے۔ (مداخلتیں)

جناب اسپیکر : آپ مولانا صاحب

مولانا عبدالباری : جناب یہ مخلوط نظام تعلیم غیر شرعی ہے۔ اور روایات کے خلاف ہے وزیر صاحب اتنا یقین دہانی کرائیں کہ آپ مہربانی کے کوئی کمیٹی تشکیل دیں ہم اس کے لئے کچھ کریں۔ صوبائی حکومت نے وزیر تعلیم کو کیوں چنا ہے بجٹ میں حصہ ہے باقاعدہ سیکریٹری ایجوکیشن ہے منسٹر ہے۔

جناب اسپیکر : جو موجودہ رائج نظام تعلیم ہے اس کے لئے ہے۔

مولانا عبدالباری : یہ جو پرانا نظام تعلیم ہے روایت کے بھی خلاف ہے ہماری شریعت کے بھی خلاف ہے۔ یہ کم از کم غیرت کی بات ہے فکر اور غور کی بات ہے۔

جناب اسپیکر : جب تک نیشنل اسمبلی میں قانون سازی نہیں ہوگی۔ اس وقت تک یہ نظام تعلیم جاری رہے گا۔

مولانا عبدالباری : جناب اسپیکر! یہ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں۔ مودبانہ گزارش ہے کہ لسٹ میں جو دیا ہے تعلیم' زکوٰۃ اور قرضہ جو ہے صوبائی حکومت کے سبجکٹ ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ تو محمد شاہ کو نہیں دیتے ہیں کل وہ چیخ رہا تھا زکوٰۃ تو وفاق اس کو ذرا دے دیں تو یہ جناب اسپیکر اس کے متعلق آپ کوئی کمیٹی تشکیل دے دیں کیونکہ بنیاد جو ہے نظام تعلیم کا ہے۔

جناب اسپیکر : وزیر تعلیم مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں آپ نے بات کرلی ہے اب ان کی بات سنیں۔

ڈاکٹر عبدالمالک (وزیر تعلیم) : جناب میں یہ نہیں سمجھتا ہوں کہ لڑکے اور لڑکیاں اس وقت ایک ہی کلاس میں پڑھ رہی ہیں۔ ان کی الگ الگ کالجز ہیں اسکولز بھی الگ ہیں جو ہمارے دائرہ اختیار میں ہے باقی اگر مولوی صاحب اگر سمجھتے ہیں کہ ہم تعلیمی نظام کو بہتر بنالیں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو فیڈرل گورنمنٹ کے اختیار

میں ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ تعلیم ہے۔ پراونشل سبجیکٹ ہے۔ مگر بہت سی چیزیں ہیں۔ تو جب تک کئی ایسی چیزیں ہیں جن کی ہم فیڈرل گورنمنٹ سے اجازت نہیں لیتے ہیں۔ ان کی اجازت کے بغیر ہم نہیں کرسکتے ہیں۔ موجودہ تعلیمی نظام میں اگر کوئی نظام میں خامی ہے بہتری ہے آپ اس کو اٹھائیں اس کو دور کریں۔ یہاں پر ہمیں تجاویز دے دیں۔ ہم اکھٹے نہیں بٹھا رہے ہیں پتہ نہیں آپ نے کہا دیکھا ہے۔

مولانا عبدالباری : آپ کو دیکھا تھا مکران میں کہیں آپ سبق سن رہے تھے اخبار میں دیکھا تھا آپ کو۔

وزیر تعلیم : کئی پرائمری اسکول ہیں جہاں پڑھانے والی بچیاں نہیں ہے وہاں مجبوری سے پڑھاتے ہیں۔

مولانا عبدالباری : جناب والا ورلڈ بینک کا یہ پروگرام ہے ابھی انہی لوگوں پر ورلڈ بینک کا دباؤ ہے کہ مخلوط نظام تعلیم کو اور استحکام ملے۔ میرا مطلب ہے ورلڈ بینک سے پیسے لے لیں فائدے لے لیں۔ خرچ کریں ان کی جو ناجائز چیزیں ہیں وہ نہ لیں۔

جناب اسپیکر : مولانا صاحب اگر آپ کو نظام تعلیم کے بارے میں کوئی مسئلہ ہے آپ قرارداد لے آئیں۔ چونکہ یہ سوال ہوگیا ہے۔

مولانا عبدالباری : جناب یہ قرارداد کی بات نہیں ہے۔ دو تین قراردادیں اس تحریک پر ہماری چل رہی ہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ صرف قراردادوں سے اور تحریکوں سے آپ ریاکاری کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر : جو مروج طریقہ کار ہے جو قاعدے اور قواعد کے مطابق ہے۔

مولانا عبدالباری : جناب ڈاکٹر صاحب کوئی اس بارے میں قدم اٹھائیں ہم ان سے تعاون کریں۔ نظام تعلیم کے بارے میں کچھ کریں۔

وزیر تعلیم : میں سمجھ نہیں رہا ہوں کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ پرائمری اسکول میں

جہاں کہ بچیوں کے اسکول نہیں ہیں جہاں پر استانیاں نہیں مل رہی ہیں وہاں اگر والدین اپنی چھوٹی بچی کو بوائیز پرائمری اسکول میں بھیج دیں آپ اس کو روکنا چاہتے ہیں۔ وہ اور بات ہے باقی جہاں پر ہمارے گرلز مڈل اسکول ہیں کالجز ہیں اس میں بچے اور بچیوں کے الگ الگ اسکولز ہیں وہ جہاں پر بالکل مجبوری ہو کسی گاؤں میں کسی دیہات میں لوگ اپنے حوالے سے بھیج دیتے ہیں تو میں نہیں کہتا ہوں ایک اور بات ہے۔ آپ لوگ مسجدوں میں اکٹھے پڑھاتے ہیں یہ کہہ رہے ہیں۔

مولانا عبدالباری : نہیں نہیں ڈاکٹر صاحب میں نے لڑکیوں کا علیحدہ مدرسہ بنایا ہے بچیوں کے لئے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے۔

وزیر تعلیم : آپ کیوں وہاں پڑھاتے ہیں۔

جناب اسپیکر : مولانا صاحب تشریف رکھیں۔

میر محمد صادق عمرانی : جناب اسپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب اسپیکر : کس چیز پر پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

میر محمد صادق عمرانی : جناب اس دن کے جانبدارانہ رویے پر ہم واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر میر محمد صادق عمرانی سمیت کچھ ممبران ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب اسپیکر : اگلا سوال سردار سترام سنگھ صاحب کا ہے دریافت فرمائیں۔

356.X- سردار سترام سنگھ ڈومکی : کیا وزیر صنعت و حرفت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 30'20 سال پرانا لہڑی کارپٹ سینٹر کو بند کر دیا گیا ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں تفصیل دی

جائے؟

مسٹر کچکول علی بلوچ ایڈووکیٹ (وزیر ماہی گیری) :

(الف) جی نہیں! کارپٹ سینٹر لڑی بدستور کام کر رہا ہے۔

(ب) جیسا کہ جزو (الف) میں وضاحت کر دی گئی ہے۔

جناب اسپیکر : سردار سترام سنگھ ڈومکی صاحب اگر کوئی ضمنی سوال ہے تو کریں۔

جناب سترام سنگھ ڈومکی : جناب ضمنی سوال ہے یہ جو کارپٹ سنٹر ہے وہاں پر ملازمین کو تنخواہیں ملتی ہیں اور عملی کام کوئی بھی نہیں ہو رہا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

مسٹر کچکول علی برائے وزیر صنعت و حرفت : جناب ہم متعلقہ سیکریٹری صاحب سے کہیں گے جو بھی اس میں کمی ہے وہ اس کو پورا کرے۔

جناب اسپیکر : وزیر موصوف نے آپ کو یقین دہانی کرا دی ہے۔ اگر کوئی اور ضمنی سوال ہو تو۔

جناب سترام سنگھ ڈومکی : جناب شکریہ۔

جناب اسپیکر : اگلا سوال بھی سردار سترام سنگھ صاحب کا ہے۔

357.X- سردار سترام سنگھ ڈومکی : کیا وزیر صنعت و حرفت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لیدر / ایمبرائیڈری سینٹر لڑی میں میل ڈیزائنر کی ایک ٹیکنیکل آسامی عرصہ گزشتہ تین سالوں سے خالی پڑی ہوئی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ آسامی کے لئے لڑی کے کئی نوجوان کشیدہ کاروں نے بھرتی کے لئے درخواستیں بھی دی ہیں۔ لیکن انہیں بھرتی نہیں کیا جا رہا ہے۔

(ج) اگر جزو (الف) و (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

تفصیل دی جائے۔؟

وزیر صنعت و حرفت :

(الف) جی نہیں اس آسامی پر عبدالطیف ولد محمد قاسم جو کہ لڑی کا باشندہ ہے۔ اور گذشتہ چھ سال سے تعینات ہے۔

(ب) جیسا کہ جزو (الف) میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ اس آسامی پر عبدالطیف ولد محمد قاسم کی تعیناتی ہو چکی ہے۔

(ج) جزو (الف) و (ب) میں وضاحت کی جا چکی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال نمبر357 کے متعلق کوئی ضمنی سوال ہے تو دریافت کریں۔

جناب ستارام سنگھ ڈومکی : جناب ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر موصوف نے جواب دیا ہے کہ عبدالطیف ولد محمد قاسم یہ تو آل ریڈی چھ سال سے اس محکمہ کا ملازم ہے وہاں پر میل ڈائیزیز کی پوسٹ خالی ہے اگر اس بندے کو وہاں میل ڈیزائنر تعینات کیا جائے تو ٹھیک ہے ابھی تک پوسٹ خالی ہے۔

مسٹر کچکول علی (برائے صنعت و حرفت) : جناب ہم یہ دیکھ لیں گے اگر یہ کرائٹے ریا پورا کرلیں گے تو ہم اس کو ایڈجسٹ کرلیں گے اس کی کوالیفکیشن اور ساری چیزیں دیکھ لیں گے۔

رخصت کی درخواستیں

جناب اسپیکر : اگر رخصت کی درخواست ہے تو سیکریٹری اسمبلی پڑھیں۔

اختر حسین خاں (سیکریٹری اسمبلی) : جناب وزیر شہری منصوبہ بندی و ترقیات نے ذاتی مصروفیات کی بناء پر آج کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سیکریٹری اسمبلی : نواب عبدالرحیم شاہوانی صاحب نے 19 مئی سے آج 26 مئی تک کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سیکریٹری اسمبلی : نوابزادہ لشکری خان رئیسانی صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بناء پر آج کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

سیکریٹری اسمبلی : نوابزادہ گزین مری صاحب کوئٹہ سے باہر تشریف لے گئے ہیں اس لئے انہوں نے آج کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب الوحید بلوچ اسپیکر بلوچستان صوبائی اسمبلی کا بیان

میر محمد صادق عمرانی، رکن صوبائی اسمبلی نے اخبارات کو بیان دیتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ میں نے بحیثیت اسپیکر، سردار اختر مینگل کی تحریک التواء بابت "صوبائی خود مختاری" پر بحث کے دوران جانبدارانہ رویہ اختیار کیا۔ اسمبلی کی روئیداد کارروائی کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا یہ بیان بے بنیاد اور حقیقت کے خلاف ہے۔

سردار اختر مینگل نے صوبائی خود مختاری پر بحث کے لئے تحریک التواء 12 مئی

1996 کے اجلاس میں پیش کی تھی۔ یہ تحریک اسمبلی کے قواعد انضباط کار کے مطابق ایوان کے سامنے پیش کی گئی جسے قائد ایوان اور دیگر جملہ اراکین نے بحث کے لئے اتفاق رائے سے منظور کیا۔ اس پر بحث 19 مئی 22 مئی اور 23 مئی 1996ء کے اجلاس میں ہوئی اور 26 مئی 1996ء کے اجلاس میں بھی جاری رہے گی۔ قائد ایوان اور دیگر اراکین کے متفقہ رائے کے مطابق بحث کے لئے وقت کی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ قائد حزب اختلاف اور دیگر اراکین اسمبلی بشمول وزرا نے اس پر خاطر خواہ بحث کی اور اپنا اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔ اسپیکر نے البتہ ایوان کے وقار اور نظم وضبط کو برقرار رکھنے کی قواعد کے مطابق پوری کوشش کی اور کسی رکن کے ساتھ جانبداری اختیار نہیں کی۔ اسمبلی کے قواعد کے دائرہ میں رہتے ہوئے اسمبلی کے وقار پر کوئی آنچ نہیں آنے دی۔

میر محمد صادق عمرانی نے اس تحریک پر نہایت تفصیل کے ساتھ 22 اور 23 مئی 1996ء کے اجلاس میں تقاریر کی۔ ان پر دوسرے اراکین کی طرح وقت کی کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی البتہ اسمبلی کے ریکارڈ سے یہ ثابت ہوگا کہ میں نے بحیثیت اسپیکر اس امر کا پوری طرح لحاظ رکھا ہے کہ کوئی رکن کسی دوسرے رکن کی ذات پر کیچڑ نہ اچھالے اور بے جا اور بے بنیاد الزامات نہ لگائے۔ جب میر صادق عمرانی نے 23 مئی 1996ء کو خان محمد جمالی' وزیر خوراک کی تقریری کے دوران بلا اجازت 'پوائنٹ آف آرڈر' پر کھڑے ہو کر بولنا شروع کیا اور جمالی برادران ' اراکین اسمبلی کی ذات پر غیر معیاری اور غیر پارلیمانی زبان میں حملے کئے اور بے بنیاد الزام تراشی کی تو بحیثیت اسپیکر مجھے اسمبلی کے قواعد و انضباط کار کے مطابق ' اسمبلی کے وقار کو برقرار رکھنے کی خاطر مداخلت کرنی پڑی۔ میں نے بار بار عمرانی صاحب کو کہا کہ وہ تشریف رکھیں لیکن انہوں نے اسپیکر کی ہدایت پر عمل نہ کرتے ہوئے اپنی مداخلت جاری رکھی۔ اس کے بعد میں نے ان سے بار بار کہا کہ وہ ایوان سے باہر چلے جائیں۔ لیکن میرے بار بار کہنے کے

باوجود وہ ایوان سے باہر نہیں گئے۔ پھر مجبور ہو کر میں نے اپنے "سارجنٹ ایٹ آرمز" کے ذریعے انہیں اسمبلی ہال سے باہر نکلوایا۔

اس سے پہلے بھی صادق عمرانی صاحب کا یہ رویہ رہا ہے کہ وہ دوسرے اراکین اسمبلی کی ذات پر الزام تراشی کرتے رہے ہیں اور اسپیکر کو بہ امر مجبوری ان کو اسمبلی ہال سے باہر نکالنا پڑا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اسپیکر کی ذات کے لئے بھی نامناسب الفاظ استعمال کئے۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صادق عمرانی صاحب کے ان نازیبا الفاظ اور رویہ سے پورے ایوان اور جملہ اراکین و اسپیکر کا وقار اور استحقاق مجروح ہوا ہے۔ ایسی صورت حال کو کوئی بھی اسپیکر خاموش تماشائی کی طرح بیٹھ کر برداشت نہیں کر سکتا۔ بہ امر مجبوری اسپیکر نے صادق عمرانی صاحب کو ایوان سے باہر نکالنے کا فیصلہ کیا۔

اس سے ہ ثابت ہوتا ہے کہ صادق عمرانی صاحب نے اسپیکر پر بے بنیاد الزامات عائد کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس تحریک پر بحث کے لئے وقت کی قید نہیں لگائی گئی تھی اور ہر رکن اور وزیر کو آزادی کے ساتھ اپنا اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت تھی۔ خود میر محمد صادق عمرانی نے بھی 22 اور 23 مئی 1996ء کے اجلاس میں بلا روک ٹوک اس تحریک پر مفصل تقریر کی۔ لیکن جب انہوں نے قواعد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دوسرے اراکین پر ذاتی حملے کئے تو اسپیکر کو اسمبلی کے قواعد و انضباط کار پر عمل کرتے ہوئے انہیں اس سے باز رکھنا پڑا اور جب انہوں نے اسپیکر کی ہدایت کو نظرانداز کیا تو اسپیکر کو بدرجہ مجبوری انہیں ایوان سے باہر نکلوانے کا انتہائی اقدام کرنا پڑا۔ اس تحریک پر بحث کے دوران اسپیکر کا رویہ غیر جانبدارانہ رہا اور اسمبلی کے قواعد انضباط کار کے دائرے میں رہتے ہوئے صادق عمرانی صاحب اور دوسرے اراکین، وزراء کو تحریک پر بلا روک ٹوک تقریر کرنے کا موقع دیا۔ صادق عمرانی کا الزام بے بنیاد اور

سراسر غلط ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل (وزیر) : جناب اسپیکر میں اس کے متعلق کچھ بولنا چاہتا ہوں۔

جناب اسپیکر : نہیں آپ نہیں بول سکتے ہیں تشریف رکھیں۔

جناب اسپیکر : تحریک التواء نمبر 9 منجانب نواب عبدالرحیم شاہوانی صاحب۔

مسٹر ارجن داس بگٹی : جناب نواب عبدالرحیم شاہوانی صاحب نے ٹیلیفون پر اطلاع دی ہے کہ ان کی یہ تحریک التواء کسی اور دن کے لئے رکھی جائے۔

جناب اسپیکر : چونکہ محرک خود موجود نہیں اس لئے ان کی تحریک التواء کالعدم قرار دی جاتی ہے۔

سرکاری کارروائی برائے قانون سازی

جناب اسپیکر : یونیورسٹی آف بلوچستان مسودہ قانون مصدرہ 1996ء مسودہ قانون نمبر 4 مصدرہ 1996ء وزیر تعلیم مسودہ کی بابت اپنی تحریک پیش کریں۔

ڈاکٹر عبدالمالک (وزیر) : جناب میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ یونیورسٹی آف بلوچستان مسودہ قانون مصدرہ 1996ء مسودہ قانون نمبر 4 مصدرہ کو فی الفور زیر غور لایا جائے۔

جناب اسپیکر : تحریک یہ ہے کہ یونیورسٹی آف بلوچستان مسودہ قانون مصدرہ 1996ء مسودہ قانون نمبر 4 مصدرہ 1996ء کو فی الفور زیر غور لایا جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب اسپیکر : وزیر تعلیم اس کی وضاحت فرمائیں۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ (وزیر تعلیم) : جناب اسپیکر چونکہ آپ کو اور

ہمیں اچھی طرح معلوم ہے۔ کیونکہ ہم نے خود اس یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ بلوچستان یونیورسٹی 1970ء میں ایک آرڈیننس کے تحت جسے بلوچستان یونیورسٹی آرڈیننس کہا جاتا ہے نافذ کیا گیا ہے۔ اور اب پچیس سال پرانا ہوچکا ہے۔ جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ پچیس سال تک کسی بھی یونیورسٹی کو محض ایک آرڈیننس کے تحت چلانا کسی بھی مہذب معاشرے میں ایک ندامت سمجھی جاتی ہے اس پچیس سال کے عرصے میں کئی دفعہ یونیورسٹی کے پروفیسر صاحبان اسٹوڈنٹس برادری نے کوشش کی کہ بلوچستان یونیورسٹی کو صحیح معنوں میں ایک جمہوری انداز میں ایک ایکٹ دیا جائے۔ لیکن یہ کوششیں کامیاب نہیں ہوئیں۔ جب میں وزیر تعلیم بن گیا تو ایک یونیورسٹی کے ایک پرانے اسٹوڈنٹس کی حیثیت سے میں نے اپنی کوششیں شروع کیں اور یونیورسٹی کے اساتذہ صاحبان کی طلباء برادری اور وائس چانسلر لاء ڈیپارٹمنٹ کا ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اس سلسلے میں مجھ سے تعاون کیا اور آج میں اس میں کامیاب ہوا ہوں کہ میں اس کو یہاں آپ کے سامنے اس ایوان میں پیش کر رہا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ مسودہ کے پاس ہونے سے جامعہ بلوچستان کو حقیقی خود مختاری نصیب ہوگی۔ جس کی بناء پر یونیورسٹی کے اساتذہ انتظامیہ اور طلباء کے اندر خود اعتمادی اور تحفظ کا احساس اجاگر ہوگا۔ میں اپنے تمام دوستوں سے یہ امید رکھتا ہوں یا درخواست کرتا ہوں کہ ہم اس ایکٹ کو منظور کریں شکریہ۔

جناب اسپیکر : کوئی اور معزز رکن مسودہ قانون پر بولنا چاہتے ہوں۔ سوال یہ ہے کہ تحریک منظور کی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

اب مسودہ قانون کو کلاز وار زیر غور لایا جائے گا۔ چونکہ یونیورسٹی آف بلوچستان کے مسودہ قانون مصدرہ 1996ء کے لئے کوئی ترمیم موصول نہیں ہوئی ہے۔ لہٰذا سوال یہ ہے کہ کلاز نمبر2 تا 52 بمعہ شیڈول کو مسودہ قانون ہذا کا جزو قرار دیا جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ تمہید کو قانون ہذا کی تمہید قرار دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

جناب اسپیکر : سوال یہ ہے کہ کلاز نمبر1 کو مسودہ قانون ہذا کا جز قرار دیا جائے

(تحریک منظور کی گئی)

وزیر تعلیم اگلی تحریک پیش کریں۔

وزیر تعلیم : میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ یونیورسٹی آف بلوچستان کے مسودہ قانون مصدرہ 1996ء کو منظور کیا جائے۔

جناب اسپیکر : تحریک یہ ہے کہ یونیورسٹی آف بلوچستان مسودہ قانون مصدرہ 1996ء کو منظور کیا جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سرادر محمد اختر مینگل کی تحریک التواء نمبر1 پر مزید بحث۔ جناب کچکول علی بلوچ اپنی بقیہ تقریر جاری رکھیں۔

مسٹر کچکول علی بلوچ ایڈووکیٹ : جناب اسپیکر میرے خیال میں اس تحریک پر ہمارے سامعین بھی سن سن کر تھک چکے ہوں گے۔ جس دن میں تقریر کر رہا تھا۔ میرے خیال میں اس حد تک پہنچا تھا۔ کہ جب ایک بچہ بے بس ہوگا۔ تو وہ کچھ نہیں کرسکتا سوائے رونے کے اس سلسلہ میں انگریز شاعر Teneson نے خوب فرمایا ہے۔

An Elephant crying in deep night but no language only crying.

In the same way Balocahistan is crying

for rights.

کیونکہ ہم لوگ صرف رو سکتے ہیں ایسے بچے کی مانند لیکن ہمیں کوئی سننے والا ہے نہ کچھ دینے والا۔ جیسا کہ اس دن میں نے کہا تھا کہ پاکستان کے آئین کا جو فیچر ہے یا اس کی خدوخال نہ ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں کسی فیڈرل گورنمنٹ کی جو اس وقت برسراقتدار ہے۔ یا کے پچھلی جو گزری ہیں۔ کسی سے گلہ شکوہ نہیں کیونکہ پاکستان جو ایک مملکت ہے۔ ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ اس کو کون چلا رہا ہے۔ اس میں جو ڈیلیٹ ہے۔ گورنمنٹ کو چلانے والے آیا وہ اقتدار اعلیٰ پاکستان میں صرف یہ کہتا ہوں کہ اقتدار اعلیٰ میں یا جو پارلیمنٹرین ہیں انہیں یہ سکت نہیں یا انہیں یہ جرات نہیں وہ ان کے لیڈر کے سامنے بے بس کے وہ ان کی من مانی کو نہ مانے اس سلسلے میں جناب جس وقت اس آئین کی ڈرافٹ تیار کیا جا رہی تھی۔ بھٹو صاحب جو خود ہی اپنی تقریر میں فرماتے ہیں۔ یہ کتاب

Bhutt is the myth of the constitution in Pakistan. Bhutto admitted the difficulty of the task on the floor of National Assembly on the 10th April, 1973 when he decribed the federating units of the Pakistan as the most difficult provinces in the sub Continent Always.

The historically they have been a free people have been a free people. They have faught always for individnal personality freedom they have their traditions. they have their history.

اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان جو ایک مملکت ہے یہ چار قوموں پر مشتمل ہے۔ جن کی اپنی اپنی سرزمین ہے اپنی اپنی روایات ہیں۔ اپنے اپنے وسائل ہیں۔ جس نے اس

آئین کے بنانے میں بڑی تگ و دو کی ہے۔ یہ اس کے اپنے الفاظ ہیں۔ اس طرح پیپلز پارٹی کے ایک اور سینئر رکن (جے۔اے رحیم) فرماتے ہیں۔

for a unitary state of constitution are not fulfiled.

The conditon

are not fulfiled by Pakistan

جناب اس وقت پاکستان کی فیڈریشن ہے وہ فیڈریشن نہیں ہے اس کو کہتے ہیں قاضی فیڈریشن یا وحدانی مملکت کیوں کہ اس کو جو آئین کی خدو خال ہے اس کو انہوں نے مختلف طریقوں سے جتنے صوبوں کے اختیارات ہوتے ہیں انہوں نے انہیں غصب کیا ہے اور جس وقت یہ آئین بنا تھا اس کی ڈرافٹ کو (جے۔اے۔رحیم) نے بنایا تھا یہ اس کے الفاظ ہیں کہ پاکستان کے لئے قاضی فیڈریشن یا وحدانی مملکت مناسب نہیں ہیں وہ reasion دیتا ہے۔

Where diversity rather than uniformity reigns in all the major aspects of national life multiplicity of language inaqility of economic and social standerd depressed between priviliged and under priviliged regions. If a unitary system was imposed under such circusmstance, it regions a unitary system was imposed under such circusmstance it would work only as a open or weld dictatorship.

لیکن ہم یہ دیکھ رہے ہیں۔ جس دن انہوں نے آئین کی ڈرافٹ تیار کی بھٹو صاحب اس وقت جو کہ آئین بنانے میں پیش پیش تھے۔ اور جس شخص نے اس ڈرافٹ کو ترتیب دیا۔ وہ خود ہی کہہ رہا ہے۔ کہ اگر یہاں وحدانی یا قاضی سسٹم تشکیل دی

جائے۔ تو یہ بالکل ڈکٹیٹر شپ ہے لیکن ہم یہ دیکھ رہے کہ جس دن اسمبلی میں اس آئین پر بحث ہو رہی تھی یہ ان لوگوں کی تقریریں ہیں۔ لیکن عملاً" آج کیا ہو رہا ہے مداخلت کر رہے ہیں۔ right is right والے فلاسفی پر چل رہا ہے۔ جس کا جی چاہے نہ صوبوں کے حقوق نہ صوبوں کے انتظامی امور نہ ان کی مالیاتی امور اور نہ ہی ان کی معاشی امور پر کوئی دھیان ہے۔ اس سلسلے میں اس کتاب کا اور حوالہ یہ ہے۔

The devaluation of power to the federating unit, if there is too much centralisation of power at the centre it become a unitary state. The punching of the ruling elite in Pakistan was cenralisation has left the question of provincial autonomy and resort the wift. Ignomious attempt of successive regions to this burning issue under the fiscal autonomy. Resulted in the allignation of the East Pakistan despite expressing grow some tragedy of East Pakistan.

کہنے کا جناب مطلب یہ ہے کہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جو یہ خود اپنے موقف سے اور خود ہی اپنے کئے گئے عمل سے منحرف ہوئے ہیں اس کے لئے وہ کہتے ہیں کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا جو المیہ ہے ٹریجڈی ہوئی ہے خود ہی انہی کی لیڈر کے ذریعے انہوں

نے سارے اختیارات سنٹرالائز کر دیئے سر میں مختصر یہ کہوں گا کہ میں نے اپنے گزشتہ دن کی تقریر میں کہا تھا کہ یہ جو ہمارا ملک ہے اس کا آئین 1935ء کے ایکٹ کا چربہ ہے۔

وہاں جو فزیکل اٹانومی کی تعریف کی گئی تھی انگریزوں نے سب کانٹیننٹ والوں کو چاہئے آپ کا یہ پاکستان ہو چاہے ہندوستان ہو اس سلسلے میں جی، ڈبلیو چوہدری کہتے ہیں اس کی یہ کتاب

Constitutional development in Pakistan.

اس میں متعلقہ پوزیشن میں پڑھ لوں گا آپ کی خدمت میں وہ یہ ہے۔

In analysis of the allocation of financial resource under the Government of Indian Act 1935, proved it was infavour of Centeral Government.

وہ کہتا ہے ہر چند یہ کہ یہ بھی فیور رہا ہے مرکزی حکومت کی

The Province by no means secured complete fiscal autonomy under the 1935 Act and their grievences were comperatively an elastic.

خود ہی 1935ء ایکٹ میں صوبوں کو اتنے اختیارات نہیں دیئے گئے تھے لیکن اس کے بعد کیا ہوا۔

Immediately after declaration of Pakistan. The origional distribution of financial resources under 1935 to us further ammended to the advantage of the center.

1935ء ایکٹ میں صوبوں کو خود ہی اتنی خود مختاری نہیں تھی مالیاتی طور پر لیکن پاکستان

کے وجود میں آنے کے بعد اس میں مزید ترمیم کی گئی اور یہ بھی اختیارات مرکز کو سونپ دیئے گئے اس کی وجہ انہوں نے یہ دی ہے۔

This was done in view of extraordinary expenditure on the defence and rehabilitaion of the Refugees which the Centeral Government of Pakistan has to pay immediatly after independence.

وہ کہتا ہے کہ 1935 ایکٹ کے تحت جو صوبائی مالیاتی خود مختیاری تھی جس کے تحت جو فارمولا آوٹو نیمیئو نے ایڈاپٹ کیا تھا اس کے تحت صوبوں کو انکم ٹیکس سیل ٹیکس ایگریکلچرل ٹیکس ان چیزوں کو کلکٹ کرنے کے اختیارات دیئے گئے تھے لیکن آزادی کے بعد پاکستانیوں نے یہ کہا تھا۔

چونکہ وہاں سے بہت سے مہاجر آچکے ہیں اور اس وقت جو ہماری دفاعی پوزیشن ہے اور ان اختیارات کو انہوں نے ختم کردیا ہے اس کے بعد جناب بڑی الجھنیں پیدا ہوئیں مشرقی پاکستان نے احتجاج کیا پھر کیا ہوا انہوں نے جرمی ریزمین کو انہوں نے ایک ماہر کے طور پر اپوائنٹ کیا کہ جو مالیاتی فارمولا ایڈوارڈ نے اڈاپٹ کیا ہم نے اس کو امینڈ کیا اس پر آپ اپنی رپورٹ دیں کہ جو سروڈ کا فارمولا ہے وہ بحال کیا جائے اگر ہم 1935ء کی جو سروڈ کی رکمنڈیشن ہے فارمولا ہے کہ صوبوں کو کم سے کم وہاں ریونیو کلکٹ کرنے کا اختیار دیا ہے اور یہ رائیٹر کہتا ہے کہ ہرچند کہ اس وقت جو صوبوں کو مالیاتی خود مختاری نہیں دی گئی تھی۔ وہ بھی کافی ہے لیکن اس کے بعد 73ء کی جو کانسٹی ٹیوشن ہوئی اور درمیان میں جتنے ایوارڈ ہوئے ہیں این ایف سی کے وہ تو ماسوائے من مانی کے کچھ نہیں ہوئے ہیں جس وقت مشرقی پاکستان' پاکستان کا حصہ تھا یہ چلا رہے تھے کہ ہم لوگوں کی آبادی زیادہ ہے لہٰذا مہربانی کرکے پاپولیشن کو کنسیڈر کیا جائے ہمارے یہی مغربی پاکستان کے لوگ جو اپنے آپ کو سب سے بڑا مسلمان اور انصاف پسند کہتے

ہیں انہوں نے کہا کہ ہرچند کہ آپ کی پاپولیشن زیادہ ہے لیکن مغربی پاکستان حدود اربعہ کے لحاظ سے سب سے بڑا حصہ ہے لہٰذا ہمیں ڈیولپ کرنا ہے اور انہوں نے بزور شمشیر زیادہ حصہ اپنے لئے یعنی انہوں نے مغربی پاکستان پر پیسے خرچ کئے جب یہ المیہ ہوا مشرقی پاکستان ہم سے جدا ہوا پھر کیا ہوا انہوں نے the cart before the horse. Pur والی بات کی ہے۔ پھر انہوں نے 73ء میں جب 107 آرٹیکل کے تحت جو صوبوں میں ڈسٹری بیوشن آف فنانشل ایڈاپٹ کی ہے پریذیڈنٹ کے رکمنڈیشن پر ہرپانچ سال بعد جو طے ہوتا ہے پھر انہوں نے کیا کیا ہے کہ بھائی ابھی پنجاب جو پاپولیشن کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہے اس کی آبادی زیادہ ہے لہٰذا جتنے مالی وسائل زیادہ ہیں وہ پاپولیشن کے بیس (Base) پر تقسیم ہوں اور ہم عالمی دنیا کے بندوں کو کہتے ہیں کہ خدا کے لئے آپ لوگ ان ظالموں کو صحیح کریں اب بغیر چلائے کہ پاکستان والے کچھ نہیں کرسکتے ہیں چونکہ ہم لوگوں کا نہ وہاں کوئی اکانومسٹ بیٹھا ہوا ہے نہ وہاں ہمارا کوئی جرنیل بیٹھا ہوا ہے نہ وہاں مرکزی اداروں میں ہمارا کوئی اچھا بیورو کریٹ بیٹھا ہوا ہے۔ ان ساری ناانصافیوں کو دیکھ کر کل آپ خود ہی جو لاجک اور ریزن دے رہے تھے کہ مغربی پاکستان چونکہ بڑی زمین ہے پسماندہ ہے اس لئے اس کے حدود اربعہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو پیسہ دیا جائے آج جب یہ بلوچستان کی باری ہے تو کہتے ہیں کہ "نہ بابا نہ" اور اتنی بڑی مدت بھی نہیں گزری ہے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جناب پاکستان کی جو لیڈ ہے جو اس ریاست کو چلا رہے ہیں اور ہم لوگ جو مجلس میں ہیں چاہے صوبے کے ہوں یا وفاقی میرے خیال میں ہم میں یہ کریج ہونی چاہئے کہ ہم مزاحمت کرلیں ہم میں یہ جرات ہونی چاہئے کہ ہم لوگوں کی ڈکٹیشن پر نہ آجائیں۔ جو پارلیمنٹری جمہوری آئینی روایات ہیں اس میں صوبوں کو اعتماد میں لیں افہام و تفہیم کے ذریعے جو بین الاقوامی معیار کے اس وقت مالیاتی۔ انتظامی اختیارات دوسرے وفاقی مملکتوں نے اپنی اکائیوں کو اپنے صوبوں کو دیئے ہیں ہم لوگ اس کے خواہاں ہیں جناب یہ ہوئی آپ کی

مالیاتی خود مختاری پر ضرب میں کہتا ہوں کہ پاکستان میں انتظامی خود مختاری نہیں ہے۔ انتظامی خود مختاری کے اون اور سبسٹنٹ کو دیکھ لیں امریکہ بھی ایک وفاقی مملکت ہے لیکن وہاں جو گورنر ہے اس کو صدر نہیں مقرر کرتا ہے۔

اس کے گورنر کو مرکزی حکومت نہیں مقرر کرتی ہے اس کی جو اپنی اسٹیٹ ہے۔ صوبہ ہے اس کو خود کو یہ اختیار دیا گیا ہے یہاں ہم دیکھ لیں کہ لا اینڈ آرڈر ہمارے ذمہ ہے اور لاء اینڈ آرڈر کی ذمہ دار نہیں۔ وفاقی حکومت اس کو کہے کہ میرے مفادات کے مطابق چلے۔ تو میرے خیال میں اس وقت جو آئی جی پولیس بھی ہے ہمارے کنٹرول میں نہیں ہے اس کا تبادلہ اس کی لگام وفاقی حکومت کے ہاتھ میں ہے اسی طرح ہم چیف سیکریٹری کو لیں۔ چیف سیکریٹری ہرچند کہ یہاں بلوچستان میں بیٹھا ہوا ہے وہ ایڈوائزر ہے سی ایم کا لیکن وہ اس کے ماتحت نہیں ہے۔ سی ایم اس کو مجبور نہیں کر سکتا ہے اور اس کا تبادلہ بھی نہیں کر سکتا ہے۔ اگر وہ اخلاقاً" اس کی بات کو مانے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ فیڈرل گورنمنٹ کا نمائندہ ہے۔ اور ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس خدوخال کے تحت جو آئینی ہے یہاں نہ تو انتظامی خود مختاری ہے نہ مالیاتی خود مختاری ہے نہ دیگر جو صوبوں کے دیگر اختیار میں ہو۔ وہ یہاں نہیں ہے اس لئے آئین میں کمی ہے۔ گزشتہ دنوں کھوسو صاحب ایک جج ہے اس نے آرٹیکل لکھا کہ اس میں پندرہ یا اس سے زائد آرٹیکل ہیں جو ختم ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک آئین میں موجود ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک کمیشن مقرر کیا جائے اس میں پارلیمنٹیرین سیاستدان ہوں بشمول وفاق کے اس پر غور ہونا چاہئے ڈیبیٹ ہونا چاہئے۔ اس کی ازسرنو تشکیل و ترتیب ہونی چاہئے۔ بصورت دیگر اس آئین کے تحت جنہوں نے اس کو خود بنایا ہے۔ انہی کی غلطی کی وجہ سے اس کی وائیلیشن ہو رہی ہے۔ صوبوں کی مالیاتی انتظامی اور دیگر امور جو صوبائی خود مختاری کے دائرے میں آتے ہیں۔ وہ کماحقہ ختم ہو چکی ہے اس ایوان کے توسط سے میں کہتا ہوں کہ اس آئین کے تحت جو یہ وفاق کا سسٹم چل رہا ہے اس پر صدر کو بھی غور

کرنا چاہئے۔ اگر آئین کو دیکھیں اس میں ہے۔

" President is custodian of the constituation, he should always look on the constituation Whether Government is running in the spirit of constituation."?

یہ بالکل نہیں ہے اور دوسری طرف سپریم کورٹ جو آئین کا کسٹوڈین ہوتا ہے اور پاکستان کی سپریم کورٹ نے کس حد تک جرات کی ہے۔ ہرچند کہ پاکستان میں عدلیہ اور مقننہ ریاست کے کمزور ترین جزو ہوتے ہیں۔ دیگر ممالک میں نہیں لیکن عدلیہ نے کسی حد تک اپنے آپ کو اور اپنی حیثیت کو منوایا ہے کہ ایسا نہیں جس طرح چاہے آئین کو وائیلیٹ کریں من مانی کریں۔ اس لئے میں اپنی گزارشات کو محدود کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں جتنے ذمہ دار اشخاص ہیں اس وفاق میں جو من مانی بغیر آئین کے کارروائیاں ہورہی ہیں یا جو ناانصافیاں وفاقی اکائیوں کے ساتھ ہورہی ہیں پہلے جو واقعے ہوئے اس کا نوٹس لے ایسا نہ ہو کہ پھر کوئی ایسی دوبارہ ٹریجڈی ہوجائے۔ اس پر غور کیا جائے۔ شکریہ

جناب اسپیکر : سردار سترام سنگھ ڈومکی۔

سردار سترام سنگھ ڈومکی : جناب اسپیکر! آپ کا شکریہ مجھے بولنے کا موقع دیا جناب اسپیکر بلوچستان کے خدو خال اور نقشے کو دیکھتے ہیں تو ہمارا صوبہ بلوچستان رقبے کے لحاظ سے بڑا صوبہ ہے۔ نصف حصہ ہے لیکن جب اس صوبے کی پسماندگی پر نظر جاتی ہے تو جناب دل دکھتا ہے۔ آج دنیا اکیسویں صدی میں داخل ہورہی ہے لیکن ہم سولہویں صدی میں اپنا وقت گزار رہے ہیں جناب اسپیکر غربت اور بے روزگاری عام ہے۔ جہالت کا دور دورہ ہے جناب اسپیکر اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ہمارے وسائل ہمارے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ ملکوں کی ترقی میں مقننہ کا کردار ہوتا ہے اور حقوق کی تقسیم کا خیال رکھا جائے۔ جناب اسپیکر جمہوری وطن پارٹی کے قائد نواب اکبر خان بگٹی نے

ہمیشہ صوبائی خود مختاری کے لئے آواز بلند کی جب وہ وزیر اعلیٰ تھے تو واحد قائد ایوان تھے انہوں نے اسمبلی فلور پر صوبائی خود مختاری کے حوالے سے قرارداد پیش کی تھی اور اس ایوان نے بھاری اکثریت سے پاس کیا لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے وفاقی حکومت نے اس پر کوئی توجہ نہ دی جناب اسپیکر میرے خیال میں کئی ایسی قراردادیں اسمبلی فلور سے پاس ہوئیں لیکن وفاقی حکومت نے کوئی توجہ نہ دی جیسا کہ پیپلز پروگرام کے حوالے سے ہمارے پارلیمانی لیڈر نے مشترکہ قرارداد پیش کی تھی۔ اور کہا کہ ہر چیز کو قومی تحویل میں لیا جائے لیکن آج آپ خود دیکھ لیں آج ان کی اپنی بیٹی وزیر اعظم ہیں انہوں نے پورا فارمولا تبدیل کردیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج نیشنلائزیشن کی ضرورت نہیں۔ ڈی نیشنلائزیشن کی ضرورت ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ اگر وقت کی تبدیلی کے ساتھ اس آئین میں سوچ سمجھ کر تبدیلی کریں جو اس ملک اور اس کے صوبوں کی ضرورت کے مطابق ہو میں تمام پارٹیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بڑی اچھی تجویزیں دی اور اچھی بحث ہوئی۔ اس پر بھی وفاقی حکومت نے عملدرآمد نہیں کیا۔ جناب اسپیکر میں اس تحریک کی بھرپور حمایت کرتا ہوں۔

جناب اسپیکر : کوئی اور معزز رکن؟

جناب اسپیکر : نواب صاحب قائد ایوان بات کریں گے۔

نواب ذوالفقار علی مگسی : (قائد ایوان) جناب اسپیکر ارادہ تو نہیں تھا اب آپ نے کہہ دیا تو بات کرلیں گے۔ سردار صاحب کی تحریک آئی تھی میں نے مناسب سمجھا کہ اس کی اجازت دی جائے کیونکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے خاص کر بلوچستان کے لئے میں نے پہلے کہا تھا کہ اب وقت آچکا ہے کہ اب اس آئین پر نظرثانی کی جائے۔ جیسے کہ کچکول صاحب نے کہا کہ اس میں کافی خامیاں نظر آنے لگی ہیں۔ اس آئین کو دوبارہ دیکھا جائے اس وقت 73ء میں آئین بنا۔ اچھی بات تھی ملک کو آئین ملا لیکن مارشل لاء کی جب حکومت آئی تو اس آئین کے اندر ترامیم آئیں اور ان کو

تحفظ ملا اور اگر مارشل لاء کے زمانے میں ترامیم آسکتی ہیں آج کیا وجہ ہے جب نیشنل اسمبلی موجود ہے سینٹ موجود ہے۔ صوبائی حکومتیں موجود ہیں۔ آئین کو تبدیل کیا جائے حکومتیں بدلتی رہیں گی وقت کے ساتھ اصلاح کرنا ضروری ہے۔ جب آئین بنا تو ہم اسکول اور کالج میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اور جب بھٹو صاحب نے تحریک چلائی، روٹی کپڑا اور مکان نیشنلائزیشن کا نعرہ دیا۔

میں تمام ممبران کا ایک دفعہ پھر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے بڑی اچھی تجویزیں دیں اور اچھے مشورے اس تحریک پر دیئے اور اپنے دل کی بھڑاس بھی نکالی۔ اس کے علاوہ جہاں تک بلوچستان کا سوال ہے اگر آئین میں ترمیم بھی نہیں آتی۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ ہمارے تمام اسمبلی کے ممبر سینیٹ کے ممبر صاحبان نیشنل اسمبلی کے ممبران اور سینیٹ کے ممبران یہ سب ایک پلیٹ فارم پر ہوں تو پھر شاید آپ وفاق سے کچھ نکال سکیں۔ اس کی مثال میں آپ کو دے سکتا ہوں ہمارے جے یو آئی کے ممبر صاحبان ہیں وہ وفاق سے تعاون کر رہے ہیں اور ہر چیز کا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ پی ایم ایل جی کے ممبر صاحبان ہیں ان کو وفاقی وزارتیں بھی ملی ہوئی ہیں وہ پیپلز پارٹی کے ساتھ الائیز بھی ہیں اور اپنے اپنے طور پر اس سے بہت فائدہ اٹھاتے ہیں بدقسمتی سے بلوچستان میں ہمیشہ سپوریٹ مینڈیٹ آتا ہے اور وفاق سے تعلقات کبھی بہتر نہیں رہتے۔ میں سمجھتا ہوں جیسے میں اگلے دن سردار عطاء اللہ مینگل سے بات چیت کر رہا تھا تو ان کی رائے بھی یہی تھی کہ اس صوبے کے لئے واحد حل اس صوبے کے لئے ایک پلیٹ فارم پر آجائیں اور اپنے حقوق مل بیٹھ کر ایک پلیٹ فارم پر مل کر حاصل کریں۔ لیکن شاید اسٹیبلشمنٹ اور لوگ جو اسلام آباد میں بیٹھے ہیں وہ اس بات کی اجازت نہ دیں کیونکہ شاید اگر ہم سب اکٹھے ہوجائیں تو وہ ہمارے حقوق رائیٹس وہ ہم سے لے نہ سکے گا۔ تو جناب اسپیکر میں ایک دفعہ پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے سب کو ٹائم دیا اور انہوں نے اس اہم اشو پر اپنے اسٹیٹ منٹ اسمبلی کے فلور پر دیئے ایک

دفعہ میں پھر اپنے ایک ساتھی کی اصلاح کرنا چاہتا ہوں صادق عمرانی صاحب کی۔ ہمارا یہ ہاؤس جب سے یہ چلتا آیا ہے۔ 85ء سے لے کر ہم نے ایک دوسرے کی عزت کی ہے ہم ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھ کر اسمبلی میں بیٹھے ہیں۔ پولیٹیکل رائے ہمیشہ مختلف ہوتی ہے۔ کیونکہ پولیٹیکل طور پر سب مختلف اوپنین رکھ سکتے ہیں۔ لیکن کسی کی ذات پر تنقید کرنا کسی کو برا بھلا کہنا یہ ہمارے معاشرے میں نہیں ہے اور پھر بھی میں اس دوست کو تنبیہہ کروں گا کہ اس ہاؤس کا ڈیکوریم رکھتے ہوئے آئندہ ایسی کوئی غلط حرکت نہ کریں شکریہ۔

شیخ جعفر خان مندوخیل (وزیر) : جناب اسپیکر میں نے پہلے بھی اجازت چاہی تھی کل بھی میں نے اپنی پریس کانفرنس کی تھی جس کو آج آپ نے اخبار میں پڑھا ہوگا امن کے سلسلے میں ایک اسٹیٹ منٹ دینا چاہتا ہوں۔

جناب اسپیکر : یہ اسٹیٹ منٹ تو آپ تحریک التواء سے پہلے دے سکتے تھے۔ اگلے اجلاس میں دے دیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل (وزیر) : اچھا ٹھیک ہے

جناب اسپیکر : اب اسمبلی کی کارروائی 29 مئی 96ء صبح گیارہ بجے تک کے لئے ملتوی کی جاتی ہے۔

(اسمبلی کی کارروائی بارہ بجکر پینتیس منٹ پر مورخہ 29 مئی 96ء صبح گیارہ بجے تک کے لئے ملتوی ہوگئی)